ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

پروین عاطف کے سفر نامے "کرن، تتلی بگولے" کا تجزیاتی مطالعہ

بشریٰ ظہور (پی ایچ ڈی اسکالر)
لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور
ڈاکٹر طاہرہ سرور (ایسوسی ایٹ پروفیسر)
لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور

Abstract:

Parveen Atif's travelogue Kiran, Titli Bagolay, published in 1987, is a significant contribution to Urdu travel literature. The travelogue presents her experiences and observations of different places, including Bangkok, Manila, Hong Kong, Tokyo, Kailash, Srinagar, and Nairobi. The writer goes beyond the description of geographical landscapes and explores the cultural traditions, social values, human relationships, and lifestyles of different societies. Her observations reflect a deep understanding of social realities, cultural diversity, and human behaviour. The travelogue combines personal experiences with social criticism, humour, and emotional reflection. Parveen Atif discusses various aspects of human life, including the status of women, social inequalities, and cultural differences. Her narrative style is expressive, engaging, and insightful. Maternal affection and emotional attachment to family and homeland also enrich her travel experiences. This study examines the thematic and stylistic features of Kiran, Titli Bagolay and highlights Parveen Atif's literary contribution to Urdu travel writing. The travelogue demonstrates how travel literature can serve as a medium for cultural understanding, social awareness, and the exploration of human experiences.

پروین عاطف ۱۹۳۵ء میں گوجرانوالہ کے قریب واقع قصبے ایمن آباد میں پیدا ہوئیں اور ۷ انومبر ۲۰۱۸ء کو راولپنڈی میں وفات پائی۔ وہ ہاکی کے معروف کھلاڑی اور اولمپئین بریگیڈیئر عاطف کی اہلیہ اور ممتاز ادیب و صحافی احمد بشیر کی بہن تھیں۔ ان کے والد غلام حسین نے تاریخ اور فارسی میں ایم اے کیا تھا۔ وہ عمر بھر درس و تدریس سے وابستہ رہے اور شاعری کا ذوق بھی رکھتے تھے۔ پروین عاطف اپنے بھائی احمد بشیر کے ساتھ لاہور آ گئیں، جہاں انھوں نے مدرسۃ البنات سے دوبارہ تعلیم کا آغاز کیا۔ بعد ازاں پنجاب یونیورسٹی سے عمرانیات (سوشیالوجی) میں ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔ پروین عاطف بنیادی طور پر افسانہ نگار تھیں، تاہم ان کی ادبی شخصیت کے مختلف پہلو ہیں۔ وہ سولہ برس تک پاکستان ویمن ہاکی فیڈریشن کی صدر رہیں۔ اس حیثیت سے انھیں متعدد ممالک کے سفر کا موقع ملا، جن کے مشاہدات و تجربات نے ان کی سفر نامہ نگاری کو وسعت اور گہرائی عطا کی۔ انھوں نے کئی برس تک ایک قومی اخبار میں "میں سچ کہوں گی" کے عنوان سے کالم بھی لکھے۔ ان کی تصانیف میں "ٹپر واسنی"، "بول میری مچھلی"، "میں میلی پیاؤ جلے"، "عجب گھڑی عجب افسانہ" اور "ایک تھی شادی" (افسانوی مجموعے)، "صبح کاذب"، "کرن، تتلی اور بگولے" اور "گاڈ تسی گریٹ او" شامل ہیں۔ ان کی تخلیقات میں معاشرتی مشاہدے، انسانی نفسیات اور زندگی کے مختلف رویوں کی عکاسی نمایاں طور پر دکھائی دیتی ہے۔

پروین عاطف کا سفر نامہ "کرن تتلی بگولے" کے عنوان سے شائع ہوا۔ جس میں انھوں نے بنکاک، منیلا، ہانگ کانگ کی سیر، نگر، ٹوکیو، کیلاش اور نیروبی سمیت مختلف مقامات کے سفر کے احوال اور مشاہدات کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ان کے سفر ناموں میں قدرت اللہ شہاب، مستنصر حسین تارڑ، بانو قدسیہ اور ممتاز مفتی جیسے ادیبوں کے فکری و ادبی اثرات بھی نمایاں دکھائی دیتے ہیں جنھوں نے ان کے ادبی ذوق اور اظہار کی صلاحیتوں کو نکھارنے میں اہم کردار ادا کیا۔ پروین عاطف کے نزدیک سفر محض نئی جگہوں کی سیر کا نام نہیں بلکہ ایک ایسا تجربہ ہے جو انسان کی داخلی کیفیات کو متاثر کرتا اور اسے اپنے احساسات کے اظہار کا موقع فراہم کرتا ہے۔

ایک عام لڑکی سی لڑکی پینو کو پروین عاطف بننے کے سفر میں ان کی خداداد صلاحیتوں کے ساتھ ان کے بھائی شیر احمد کا کردار بھی اہم رہا جو پرائیڈ آف پرفارمنس یافتہ ادیب اور صحافی ہیں اور روزنامہ مساوات اور فرنٹیئر پوسٹ سے وابستہ رہے۔ ان کی حوصلہ افزائی کے نتیجے میں پروین عاطف نے ادب اور سیاست کے میدانوں میں قدم رکھا۔ ان کی شادی ہاکی فیڈریشن کے صدر بریگیڈیئر آصف سے ہوئی جن کی زندگی فوج اور ہاکی سے وابستگی کے گرد گھومتی رہی۔ ۱۹۷۱ء کی جنگ کے بعد جب ان کے شوہر کو تین سال قید کی سزا ہوئی تو پروین عاطف کے اندر اظہارِ ذات کی خواہش نے شدت اختیار کی۔ اس شوق کو پروان چڑھانے میں اشفاق احمد، بانو قدسیہ اور ممتاز مفتی نے اہم کردار ادا کیا۔ بریگیڈیئر آصف کے بقول ممتاز مفتی نے پروین آصف کو ان کی افسانہ نگاری کی صلاحیتوں کا احساس دلایا اور انھیں اپنی تخلیقی قوتوں کو بروئے کار لانے کی

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

ترغیب دی۔ پروین عاطف خود بھی خواتین کی ہاکی ٹیم کی نمائندگی کر چکی ہیں اور متعدد ممالک کی سیاحت کا تجربہ رکھتی ہیں۔ ان کے یہ ذاتی تجربات اور مشاہدات ان کی تحریروں کو وسعت، تنوع اور انفرادیت عطا کرتے ہیں۔

پروین عاطف کے سفر نامے محض ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر قائم کیے گئے تصورات کی بجائے مشاہدے، مطالعے اور ذاتی تجربات پر مبنی ہیں۔ وہ ممتاز مفتی کو اپنا استاد تسلیم کرتی ہیں تاہم ممتاز مفتی ان کی تحریری صلاحیتوں کے معترف ہیں اور ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ پروین ان سے بہتر لکھتی ہیں۔ پروین عاطف جدید ذہن، وسیع فکر اور نئے زاویہ نظر کی حامل خاتون ہیں۔ دورانِ سفر انھیں کائنات کے مختلف رنگوں، متنوع تہذیبوں اور یورپ کی جدید ترقی کا قریب سے مشاہدہ کرنے کا موقع ملتا ہے۔ جب وہ ان معاشروں کا موازنہ پاکستان کے تعلیمی نظام، تہذیبی رویّوں اور سماجی اقدار سے کرتی ہیں تو انھیں گہرے دکھ کا احساس ہوتا ہے۔ ان کے مشاہدات سے پاکستانی معاشرے کی تعلیمی پسماندگی اور اخلاقی اقدار میں آتی ہوئی تنزلی پر ان کی تشویش نمایاں ہوتی ہے۔ اس طرح ان کے سفر نامے محض سیاحت کی روداد نہیں بلکہ معاشرتی رویّوں پر تنقیدی نظر اور قومی اصلاح کے احساس کی بھی ترجمانی کرتے ہیں۔

پاکستانی قوم تعلیمی اعتبار سے اگرچہ پسماندگی کا شکار ہے لیکن اب اخلاقی زوال کا رجحان بھی نمایاں ہوتا جا رہا ہے۔ پروین عاطف اپنے سفر نامے میں ہمارے معاشرے کے اس طبقے پر تنقید کرتی ہیں جو پرانی اشیا کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا اور نئی چیزوں کو اپنی برتری کی علامت سمجھتا ہے۔ وہ لکھتی ہیں کہ ہمارے ہاں خوش حالی کے مارے گھرانوں کے چشم وچراغ بھی ایسی خواہشات کا اظہار کرتے ہیں کہ انھیں پرانی کار، ٹیلی ویژن، وی سی آر، فریج اور یہاں تک کہ پرانی ماں، بیوی، بہن اور گھر بھی ناپسند محسوس ہونے لگتے ہیں۔ اس اقتباس میں مصنفہ نے مادہ پرستی اور انسانی رشتوں کے حوالے سے معاشرے کے ایک منفی رویے کو اجاگر کیا ہے۔ ان کے نزدیک جب انسان کی قدر و قیمت کا تعین اس کی افادیت یا ظاہری جدت کی بنیاد پر ہونے لگے تو انسانی رشتوں کا احترام بھی متاثر ہوتا ہے۔ یوں پروین عاطف محض نئی اور پرانی اشیا کی پسند و ناپسند پر بات نہیں کرتیں بلکہ اس ذہنیت پر تنقید کرتی ہیں جو مادی آسائشوں کو انسانی اقدار پر ترجیح دیتی ہے۔ سفر نامہ سے مثال ملاحظہ کیجیے:

" ہمارے ہاں کے فراوانی مارے گھرانوں کے چشم وچراغ بھی ایسے آورش سجائے پھرتے ہیں
زہر لگتی ہے پرانی کار، پرانا ٹی وی سیٹ، وی سی آر، فریج، پرانی ماں بیوی، پرانی بہن، پرانا گھر پتا
نہیں ان کی خواہشوں سے مجھے اپنی تضحیک کا احساس کیوں ہوتا ہے۔ "(۱)

پروین عاطف کے اسلوب میں ایک نثری رنگ پایا جاتا ہے جو اسے جدت اور انفرادیت عطا کرتا ہے۔ ان کی تحریروں میں گہرے دکھ کو محسوس کرنے اور اسے مؤثر انداز میں بیان کرنے کی صلاحیت نمایاں ہے جو انھیں دوسری خواتین قلم کاروں سے ممتاز کرتی ہے۔ پاکستانی معاشرے کے عام رواجوں، تضادات اور افراد کی ذہنی کیفیات کو اس انداز میں پیش کرنا کہ ان کی پیچیدگیاں بھی واضح ہو جائیں ایک مشکل فن ہے لیکن پروین عاطف اس فن پر قدرت رکھتی ہیں۔ وہ جانتی ہیں کہ کس موقع پر کس بات کو کس انداز میں بیان کرنا ہے۔ یہی فنی مہارت ان کی تحریروں کو اثر انگیزی عطا کرتی ہے اور ان کے کردار قاری کے سامنے جیتے جاگتے محسوس ہوتے ہیں۔ پروین عاطف کی تحریروں میں حقیقت نگاری کا عنصر نمایاں ہے۔ وہ معاشرتی زندگی کے تلخ حقائق کو بے کم و کاست پیش کرتی ہیں اور اس بات کی پروا نہیں کرتیں کہ ان کے صاف گو انداز کو کس نظر سے دیکھا جائے گا۔ ان کی تحریروں میں عورت اور مرد کے درمیان موجود سماجی امتیاز بھی نمایاں ہوتا ہے۔ وہ مختلف معاشرتی ماحول میں عورت کی آزادی، نقل و حرکت اور مقام کا تقابلی جائزہ لیتے ہوئے ان رویوں کو اپنے مخصوص انداز میں اجاگر کرتی ہیں۔ اس سلسلے میں وہ لکھتی ہیں:

"رات کے وقت اکیلی لڑکی کا گھومنا عجیب نہیں سمجھا جاتا۔ معاشرہ مکمل طور پر مخلوط ہے۔
عورت ہم لوگوں کی طرح ان کے اعصاب پر سوار نہیں رہتی لڑکیاں عموماً گھومتی
پھرتی ہیں۔"(۲)

پروین عاطف کے اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ وہ عورت کی سماجی حیثیت کو معاشرتی اقدار اور رائج تصورات کے تناظر میں دیکھتی ہیں۔ ان کے نزدیک عورت کی آزادی اور نقل و حرکت کے بارے میں قائم تصورات ہر معاشرے میں یکساں نہیں ہوتے۔ وہ ان اختلافات کو حقیقت پسندانہ انداز میں پیش کر کے قاری کو معاشرتی رویوں پر غور کرنے کی طرف مائل کرتی ہیں۔ عورت ہونے کے ناتے پروین عاطف عورت کے دکھ، اذیت اور تذلیل کو جس گہرائی سے محسوس کرتی ہیں، وہ ان کے سفر نامے کو ایک منفرد زاویۂ نظر عطا کرتا ہے۔ عورت کی محرومیوں اور اس کے ساتھ ہونے والی ناانصافیوں کا احساس ان کی تحریر میں نمایاں طور پر دکھائی دیتا ہے۔ نائٹ کلبوں میں نوجوان لڑکیوں کو اپنی مجبوریوں کے تحت فروخت ہوتے دیکھ کر ان کے دل میں شدید کرب پیدا ہوتا ہے۔ یہ کیفیت ان کی حساس طبیعت اور عورت کے وقار سے وابستہ ان کے احساسات کی عکاسی کرتی ہے۔ ایک جدید سوچ رکھنے والی عورت ہونے کے باوجود وہ عورت کی سرِعام تذلیل اور اس کی خرید و فروخت کے تصور کو قبول نہیں کر

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

پاتیں۔ یہ منظر انہیں اپنے وطن میں پیش آنے والے نواب پور کے واقعے کی یاد دلاتا ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عورت کے استحصال کی صورتیں مختلف معاشروں میں کسی نہ کسی شکل میں موجود ہیں۔

پروین عاطف ان واقعات کو محض ایک سیاح کی حیثیت سے نہیں دیکھتیں بلکہ ایک حساس عورت کی نظر سے ان کا مشاہدہ کرتی ہیں۔ ان کے ہاں عورت کی بے حرمتی کا بیان ذاتی دکھ، معاشرتی شعور اور انسانی ہمدردی کے امتزاج سے تشکیل پاتا ہے۔ وہ عورت بازار کے منظر کو اپنے گہرے مشاہدے، مضطرب دل اور بیدار ذہن کے ساتھ اس انداز میں بیان کرتی ہیں کہ قاری بھی اس صورتِ حال کی سنگینی کو محسوس کرنے لگتا ہے۔ پروین عاطف بینکاک کے بازار میں عورتوں کی خرید و فروخت کا منظر دیکھ کر شدید دکھ اور اضطراب محسوس کرتی ہیں۔ وہ عورت کو محض جسمانی وجود تک محدود کر دینے اور اس کی عزت و وقار کو نظر انداز کرنے والے رویوں پر تنقید کرتی ہیں۔ ان کے بیان میں عورت کے استحصال کے خلاف احتجاج اور مادہ پرستی پر طنز نمایاں ہے۔ اس طرح وہ عورت کی تذلیل کو ایک انسانی اور معاشرتی مسئلے کے طور پر پیش کرتی ہیں:

> "اس رات بنکاک کے اس وسیع و عریض بازار میں کسی کا کوئی چہرہ نہ تھا کوئی ذہن نہیں تھا کوئی روح نہیں تھی۔ صرف جسم تھے، ننگے جسم، بھوکے جسم، چپ جسم، بولتے جسم، مشتاق جسم، بیزار جسم، بس جسم ہی جسم، عورت کے جسم کی اتنی بڑی اکبری منڈی، آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود میں یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ وہاں کی عورت اس بھولے بھالے کلچر میں غلاظت ڈالنے والے مغرب کی ترقی یافتہ تہذیب ہے۔ ڈالر کی چاہت نے اگر اسے جسم یوں کھلتے بندوں چھابڑی میں لگانے پر مجبور کر دیا ہے تو ڈالر زندہ باد۔"(۳)

پروین عاطف نے بنکاک کو ایسی منڈی کے طور پر پیش کیا ہے جہاں روحانی خوبصورتی کی بجائے جسمانی حسن کو زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ وہ انسانی رویّوں کے تضاد کو نمایاں کرتی ہیں کہ رات بھر جسمانی تجارت میں ملوث افراد صبح بدھا کے قدموں میں جھک کر روحانیت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک بنکاک مشرق و مغرب کی مختلف تہذیبوں اور متضاد رویّوں کا ایسا مرکز ہے جہاں بیک وقت کئی دنیائیں آباد دکھائی دیتی ہیں۔ پروین عاطف کا مشاہدہ گہرا اور زاویۂ نظر وسیع ہے۔ وہ مقامات کی ظاہری دل کشی کے ساتھ ان کے باطنی تضادات کو بھی نمایاں کرتی ہیں جس سے ان کی مرقع نگاری اور تحقیقی بصیرت کا اظہار ہوتا ہے:

> "دراصل بنکاک نہ شہر ایک ہے نہ کلچر ایک ہے آپ اس کے ارد گرد گھوم کر آیئے اس کا ایک ہزار بازو پوری دنیا آپ کے ارد گرد چکر ارہے گا۔ مغرب مشرق کے ان گنت شہر دیکھ ڈالے ہیں کھیروں کھیروں کبھی نہیں بکھری۔"(۴)

پروین عاطف تھائی لینڈ اور فلپائن جیسے ممالک کی سیاحتی ترقی کا موازنہ پاکستان سے کرتے ہوئے ملکی صورتِ حال پر افسوس کا اظہار کرتی ہیں۔ ان کے نزدیک ان ممالک کی معیشت میں سیاحت کو بنیادی اہمیت حاصل ہے اور وہاں کی حکومتیں اپنے قدرتی مناظر اور تفریحی مقامات کی خوب صورتی برقرار رکھنے کے لیے خصوصی توجہ دیتی ہیں۔ اس کے برعکس پاکستان کے سوات اور کالام جیسے حسین مقامات قدرتی حسن سے مالا مال ہونے کے باوجود مناسب حکومتی توجہ اور دیکھ بھال سے محروم دکھائی دیتے ہیں۔ مصنفہ اس تقابل کے ذریعے واضح کرتی ہیں کہ پاکستان میں سیاحت کے فروغ کے لیے قدرتی وسائل کی موجودگی ہی کافی نہیں بلکہ ان کی حفاظت، تزئین و آرائش اور بہتر انتظام بھی ضروری ہے:

> "دکھ تو اس بات کا تھا کہ ہمارا تھائی لینڈ، فلپائن وغیرہ ایسے ممالک سے بھی ہوا جن کی معیشت کا پورا ڈھانچہ ٹورزم پر کھڑا تھا۔ نگری نگری چرچے ہیں بس وہی بساند مارا کراچی والا سمندر اور پائن اور ناریل کے درخت لینڈ سکیپ میں سے کوئی بجلیاں نہیں لپکیں اور اپنے ہاں سوات اور کالام میں پانیوں کی چھلوں

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

بن کر زندگی میں رچی بسی Essence کی مہک وہاں سے چلے آنے کے بعد بھی مدتوں ایک رہتی ہے. فرق صرف والی وارثوں کا ہے وہاں کی حکومتیں سگھڑ گھر والیوں کی طرح اپنے آنگن کی نوک پلک یوں سنوار کے رکھتی ہیں کہ آنکھیں دیکھتی رہ جائے۔ہماری طرح اپنے گھر کو رنڈی کا ڈیرا کوئی نہیں سمجھتا۔"(۵)

پروین عاطف اپنے مشاہدات کی روشنی میں حکومتی پالیسیوں پر تنقید کرتی ہیں اور مختلف ممالک کے حالات کا تقابلی جائزہ بھی پیش کرتی ہیں۔تاہم ان کی تنقید میں تلخی کی بجائے حقیقت نگاری کا عنصر نمایاں رہتا ہے۔وہ اپنے تجربات اور مشاہدات کو اس فطری انداز میں بیان کرتی ہیں کہ قاری خود کو ان کے ساتھ سفر میں شریک محسوس کرنے لگتا ہے۔ساحلِ سمندر پر پہنچ کر ان کا مشاہداتی شعور مزید متحرک ہو جاتا ہے اور وہ وہاں کے قدرتی حسن، دل کش مناظر اور ماحول کی ایسی تصویر پیش کرتی ہیں جو قاری کے ذہن میں ایک واضح تاثر قائم کرتی ہے۔پروین عاطف کی دل کش منظر نگاری اور فنونِ لطیفہ سے گہری واقفیت نمایاں ہوتی ہے۔وہ نیلگوں پانی کی لہروں اور پس منظر میں موجود سرمئی پہاڑی سلسلے کو اس خوب صورتی سے بیان کرتی ہیں کہ قدرت کا حسین منظر قاری کے تصور میں مجسم ہو جاتا ہے۔مائیکل اینجیلو اور عبدالرحمن چغتائی کا حوالہ دے کر مصنفہ قدرت کے حسن اور انسانی فن کاری کے درمیان مماثلت پیدا کرتی ہیں۔اس طرح ان کا اسلوب مشاہدے، تخیل اور جمالیاتی احساس کے امتزاج سے ایک مؤثر اور دل نشیں تاثر قائم کرتا ہے:

"وہ ساحل بھی عجیب تھا حد نگاہ تک نیلگوں پانی کی کھلیاں لہلہا رہی تھیں اور پشت پر سرمئی رنگ کا سلسلہ کوہ حفاظتی دیوار کی طرح کھڑا تھا۔اللہ میاں کے ہنر بھی سمجھ سے باہر ہوتے ہیں، لگتا تھا مائیکل اینجیلو کو عبدالرحمن چغتائی کو ایک ہی صف میں بٹھا دیا ہے۔"(۶)

پروین عاطف اپنے نظریاتی مؤقف اور سیاسی وابستگی کا اظہار کسی مصلحت یا جھجک کے بغیر صاف اور بے باک انداز میں کرتی ہیں۔مارشل لا کے بارے میں ان کا بیان اسی حقیقت نگاری اور طنزیہ اسلوب کی عکاسی کرتا ہے۔وہ اخبارات میں شائع ہونے والے ان خیالات کو تنقید کا نشانہ بناتی ہیں جن کے مطابق جمہوریت پاکستانی معاشرے کے لیے موزوں نہیں اور عوام مارشل لا سے مطمئن ہیں۔اس بیان میں طنز کے ذریعے سیاسی صورتِ حال، عوامی رویوں اور جمہوریت کے بارے میں پائے جانے والے تصورات کو نمایاں کیا گیا ہے۔یوں پروین عاطف محض حالات کی عکاسی نہیں کرتیں بلکہ اپنے مخصوص زاویۂ نظر سے ان کا تجزیہ بھی پیش کرتی ہیں:

"مارشل لا سے تو ساری قوم مطمئن ہے اب تو کوڑے اور ٹکٹکیاں بھی پہلے سے کم ہوتی جا رہی ہیں۔بالخصوص ہمارے اخباروں میں اکثر لکھا ہوتا ہے کہ مارشل لا نے قوم کے دل پھیر دیے ہم جیسے جاہل بھوکے ننگے ملکوں کو جمہوریت راس نہیں آتی ہمارے لیڈر بیچارے کبھی نہیں جانتے انگریزی سکولوں کے پڑھے ہوئے۔"(۷)

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

پروین عاطف پاکستانی معاشرت کے تضادات پر گہری نظر رکھتی ہیں۔عوامی بے حسی، سیاسی وابستگیوں اور بدلتے ہوئے سماجی رویّوں کو اپنے مخصوص طنزیہ انداز میں پیش کرتی ہیں۔وہ اپنے مشاہدات کے ذریعے اس حقیقت کو نمایاں کرتی ہیں کہ وقت گزرنے کے ساتھ انسانوں کے نظریات، ترجیحات اور وفاداریاں کس طرح تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔ان کی تحریروں میں معاشرتی مسائل کے ساتھ نسائی شعور بھی نمایاں ہوتا ہے جس کے تحت وہ عورت کے داخلی کرب، تنہائی اور دائمی محرومیوں کو موضوع بناتی ہیں۔کہیں عورت شوہر اور بچوں کے درمیان رہتے ہوئے بھی تنہائی کا شکار دکھائی دیتی ہے تو کہیں اپنے میکے میں اجنبیت اور بوجھ ہونے کا احساس اس کے وجود کو گھیر لیتا ہے۔اسی طرح عمر کے آخری حصے میں اولاد کے درمیان رہنے والی عورت بھی بے بسی، محتاجی اور جذباتی محرومی سے دو چار نظر آتی ہے۔مصنفہ زندگی کے ان تلخ تجربات کا قریب سے مشاہدہ کرتی ہیں اور انھیں حقیقت پسندانہ انداز میں بیان کرتی ہیں تاہم بعض مقامات پر ان کا اسلوب عورت کے جذباتی اور باطنی پہلوؤں کی لطافت سے دور ہوتا محسوس ہوتا ہے۔اس صورت میں عورت کے وجود سے وابستہ جمالیاتی اور جذباتی کیفیت پوری طرح اجاگر نہیں ہو پاتی۔یوں محسوس ہوتا ہے کہ انفرادیت پیدا کرنے کی کوشش میں پروین بعض اوقات ایسے تضاد کا شکار ہو جاتی ہیں جہاں ان کا حقیقت پسندانہ زاویہ نظر نسائی احساس کی نزاکت پر غالب آ جاتا ہے:

"سونے روپے کی جوت الحمدللہ جی میں کبھی نہیں جاگی۔سونے سے لدی پھندی عورتیں مجھے بچپن
سے ہی فحاش کا احساس دلاتی ہیں کہ مرد کی ناجائز کمائی کے اشتہار کا۔میں نے تو برسوں پہلے دلہن بنتے
وقت بھی روایت سے بغاوت کر کے بھابی کے اُدھار زیوروں سے اپنی سج دھج کی تھی۔"(۸)

پروین عاطف کے بیان میں ایک طرف سونے سے نفرت اور دوسری طرف اس کے نہ ہونے کا احساس ایک داخلی تضاد کو ظاہر کرتا ہے۔مزید لکھتی ہیں:

"اگر میرے پاس میری پاکستانی بہنوں کی طرح سونے کا چوڑا
ہوتا تو میں بھی ٹوکیو میں کسی فائیو اسٹار ہوٹل والے کو دے دیتی اور
کہتی کہ بھیا ایک عدد گرم بستر اور گوشت روٹی کے بدلے یہ سب
تمہارا۔"(۹)

اس سفر میں وہ اپنے بیٹے اور بھانجے کے ساتھ جاتی ہیں۔بشریٰ رحمان کی طرح وہ اپنے جوان بیٹے کے حوالے سے خود نمائی کا مظاہرہ نہیں کرتیں تاہم ایک ماں کی فطری محبت اور فخر ان کے بیان میں نمایاں ہے۔وہ اپنی اولاد کو کسی شہزادے سے کم تر نہیں سمجھتیں۔اپنے بیٹوں کی شخصیت کو نمایاں

"میرے بیٹے بھی اس شہزادے سے کم نہ تھے جن کے پیچھے نفر تیسی جان دینے (۱۰)
کو تیار تھی۔"

کرتے ہوئے لکھتی ہیں:

اسی طرح سعید کی جسمانی قوت اور وجاہت کا نقشہ کھینچتے ہوئے اسے راجہ داہر کے درباری پہلوان اور راجہ رسالو جیسے طاقت ور کرداروں سے تشبیہ دیتی ہیں۔ان بیانات سے ان کے سفرنامے میں ذاتی مشاہدے کے ساتھ ان کے جذباتی رویے کو بھی نمایاں کرتا ہے:

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

"سعید دور سے آرہا ہو تو راجہ داہر کا درباری پہلوان یا کوئی راجہ رسالو لگتا ہے۔مقابلے پر آئے تو کشتوں کے پشتے لگا دے۔زور سے آوے کہے تو بڑے بڑے زور آور چکنا چور ہو جائیں۔"(۱۱)

مصنفہ نے اپنے سفر نامے کرن، تتلی بگولے میں مختلف مقامات پر اردو اور پنجابی محاوروں، ضرب الامثال کا استعمال کیا ہے۔جس سے ان کے اسلوب میں دل چسپی، برجستگی اور مقامی زبان کا رنگ پیدا ہوتا ہے:

بیڑی سنگ لوہا تر جانے" (۱۲)

کھودا پہاڑ نکلا چوہا" (۱۳)

ان محاوروں اور ضرب الامثال کے ذریعے مصنفہ اپنے مشاہدات اور تجربات کو مؤثر انداز میں بیان کرتی ہیں۔اس طرح ان کا اسلوب محض معلومات کی فراہمی تک محدود نہیں رہتا بلکہ روزمرہ زبان کی چاشنی اور طنزیہ رنگ بھی اختیار کر لیتا ہے۔مصنفہ سفر نامے میں احساسِ محرومی اور اپنی اولاد سے جذباتی وابستگی کو بھی نمایاں کرتی نظر آتی ہیں۔گھر اور بچوں کی یاد انھیں داخلی کرب میں مبتلا کر دیتی ہے۔جس کے نتیجے میں وہ خود کو ایک بے حس ماں سمجھنے لگتی ہیں۔ان کی یہ کیفیت عورت کی اس نفسیاتی کشمکش کو ظاہر کرتی ہے جو ذاتی مصروفیات اور مادری ذمہ داریوں کے درمیان جنم لیتی ہے۔یوں مصنفہ نے اپنے جذبات کی ترجمانی کے ذریعے ماں کے دل کی حساسیت اور خاندانی رشتوں کی اہمیت کو مؤثر انداز میں اجاگر کیا ہے:

"شاید میرے گھر میں دن کا کون سا پہر ہو گا۔شاید شام کے سائے گہرے ہو چکے ہوں۔ میری بڑی بیٹی گل انا ٹمی کی تیاری کر رہی ہو گی۔در جہاں والی چارلس ڈنز کا کوئی ناول لے کر کسی کونے میں قالین پر الٹی لیٹی ہو گی۔۔۔چھوٹا وہ شاید میری چاپانی کار کے ہارن کا منتظر ہوا سے میرے جسم میں سن سے کچھ ہوا اپنے آپ سے ایک دم نفرت ہو گئی۔پٹھے اکڑنے لگے۔کیسی بے حس ماں ہوں میں! وہ جن کو میری قربت کی ہر لمحہ ضرورت رہتی ہے ان سے دور رہ کر میں نے انھیں محروم کیا ہے۔"(۱۴)

مصنفہ سفر نامہ میں ایک جگہ جاپانی عورت کی خود اعتمادی، خودمختاری اور ترقی یافتہ سماجی حیثیت کو تحسین کی نگاہ سے دیکھتی ہیں۔وہ جاپانی عورت کے آزادانہ طرزِ زندگی کو ہیروشیما کے سانحے کے بعد قوم کی اجتماعی جدوجہد اور تعمیرِ نو سے وابستہ کرتی ہیں۔مصنفہ کے نزدیک جاپانی عورت روایتی غلامانہ طرزِ عمل سے نکل کر اپنی انفرادی شناخت اور خودمختاری منوانے میں کامیاب ہوئی ہے۔اس طرح وہ جاپانی عورت کی ترقی کے ذریعے عورت کی آزادی، خود اعتمادی اور قومی ترقی میں اس کے مؤثر کردار کو اجاگر کرتی ہیں:

"جاپانی ریل میں لڑکیاں تو بالکل ہی کٹاریں تھیں۔نازک بدن زندگی کے سرور سے مندی مندی آنکھیں چکنے سفید رخساروں پر کھلی ہنی سکل کی نرمی عشق پیچاں کی بیل کی طرح لہراتی اٹھکیلیاں کرتی کرتی آ رہی تھیں اور جا رہی تھیں۔۔۔لیکن یہ سب ہیروشیما کے بعد کے کلچر اور اس قوم کی تباہی کے خلاف اجتماعی جنگ کا نتیجہ تھا کہ جاپانی عورت کو مردوں کے پیچھے غلامانہ

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

انداز میں سر جھکا کر چلنے والی بندگی کی تصویر بننا قبول نہیں۔میں نے تھوڑے
عرصے میں بھانپ لیا تھا خود اعتمادی اس کے انگ انگ سے پھوٹ کر کہہ
رہی تھی۔ہم خود مختار ہیں اس زندہ قوم کی بیٹیاں ہیں جو ایشیا میں ہونے کے
باوجود مغرب کو پیچھے چھوڑے جا رہی ہیں۔"(۱۵)

مجموعی طور پر ''کرن تتلی بگولے'' ایک ایسا سفر نامہ ہے جس میں سیاحت کے ساتھ ساتھ سماجی شعور، انسانی نفسیات، تہذیبی تقابل اور تنقیدی بصیرت کے عناصر بھی نمایاں ہیں۔پروین عاطف مختلف معاشروں کے تضادات، انسانی رویّوں اور معاشرتی مسائل کو محض بیان نہیں کرتیں بلکہ ان کا گہرا تجزیہ بھی پیش کرتی ہیں۔وہ مختلف ممالک کی تہذیبی و معاشرتی زندگی کا مشاہدہ کرتے ہوئے اپنے معاشرے کی خامیوں، تضادات اور رویّوں کو بھی تنقیدی نگاہ سے دیکھتی ہیں۔ان کے ہاں عورت کی حیثیت، معاشرتی ناہمواریوں، طبقاتی فرق اور انسانی اقدار کے زوال سے متعلق حساسیت خاص طور پر محسوس ہوتی ہے۔وہ اپنے مشاہدات کو ذاتی تجربات تک محدود نہیں رکھتیں بلکہ ان کے ذریعے وسیع تر سماجی حقائق کی نشان دہی کرتی ہیں۔ان کی تحریر میں حقیقت نگاری کے ساتھ طنز و مزاح اور جذباتی وابستگی بھی پائی جاتی ہے، جو سفر نامے کو دل چسپ اور مؤثر بناتی ہے۔پروین عاطف کا اسلوب رواں، بے ساختہ اور مشاہداتی گہرائی کا حامل ہے، جب کہ ان کا تنقیدی زاویۂ نظر قاری کو مختلف معاشروں اور انسانی رویّوں پر از سرِ نو غور کرنے کی دعوت دیتا ہے۔یہی خصوصیات ''کرن تتلی بگولے'' کو محض سفری احوال سے بلند کر کے ایک بامعنی ادبی تخلیق کا درجہ عطا کرتی ہیں۔اس طرح یہ سفر نامہ پروین عاطف کی فکری پختگی، وسیع النظری اور ادبی صلاحیتوں کا نمایاں ثبوت ہونے کے ساتھ اردو سفر نامہ نگاری میں بھی اپنی الگ شناخت رکھتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ پروین عاطف۔کرن تتلی بگولے۔لاہور: مطبع جنگ پرنٹنگ پریس، اشاعت اول(۱۹۸۷)، ص ۱۰۰
۲۔ ایضاً۔ص ۳۴
۳۔ ایضاً۔ص ۳۵
۴۔ ایضاً۔ص ۲۰۷
۵۔ ایضاً۔ص ۲۵۷
۶۔ ایضاً۔ص ۸۲
۷۔ ایضاً۔ص ۲۳۳
۸۔ ایضاً۔ص ۴۰
۹۔ ایضاً۔ص ۹۸
۱۰۔ ایضاً۔ص ۱۳۱
۱۱۔ ایضاً۔ص ۱۳۳
۱۲۔ ایضاً۔ص ۲۰
۱۳۔ ایضاً۔ص ۱۸
۱۴۔ ایضاً۔ص ۹۵
۱۵۔ ایضاً۔ص ۹۴